آرا وافکار

ریحان احمد یوسفی *

زبور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پیش گوئی

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعدد دلائل بیان ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک دلیل جو بار بار دہرائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے صحیفوں میں آپ کی آمد کی متعدد پیش گوئیاں بیان ہوئی ہیں اور بلاشبہ آپ ان صحیفوں میں بیان کردہ انبیا علیہم السلام کی پیش گوئیوں کا واحد مصداق ہیں۔

حضرت داؤد اور حج بیت اللہ

مسلمان اہل علم پچھلی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان پیش گوئیوں کی تفصیل بیان کرتے رہتے ہیں۔ان میں سے ایک پیش گوئی اس طرح بیان کی جاتی ہے جو انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں کتاب متی (باب 21:42-44) میں اس طرح بیان ہوتی ہے۔

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا
وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا
یہ خداوند کی طرف سے ہوا
اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔

اس پیش گوئی کا پورا مطلب ہم مضمون کے آخر میں بیان کریں گے۔سر دست یہ بات سمجھ لیں کہ یہ پیش گوئی اصل میں حضرت عیسیٰ کی نہیں ہے۔بلکہ یہ پہلے ہی سے یہودی کتب میں لکھی ہوئی موجود تھی۔چنانچہ اس پیش گوئی سے پہلے سیدنا مسیح یہودی علماء اور سرداروں سے فرماتے ہیں:

’’کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا......‘‘

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پیش گوئی کتاب مقدس میں حضرت عیسیٰ کے آنے سے پہلے ہی کر دی گئی تھی اور اس کی اہمیت کی بنا پر حضرت عیسیٰ نے اس کو نہ صرف دہرایا بلکہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس میں اضافہ بھی کیا۔یعنی اصل میں یہ آنجناب کی پیش گوئی نہیں بلکہ کسی اور ہستی کے الفاظ ہیں جنھیں آپ نے دہرایا اور مزید وضاحت کی ہے۔

rehan_rafiq@yahoo.com *

قدیم صحف سماوی پر گہری نظر رکھنے والے یہ بات جانتے ہیں کہ یہ پیش گوئی دراصل حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے اور یہ زبور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کی جانے والی اہم ترین پیش گوئی ہے۔ تاہم اس پیش گوئی کو جب انجیل سے لیا جاتا ہے تو اس میں استعمال ہونے والی تشبیہ وتمثیل یعنی پتھر اور کونے کا پتھر کی اصل معنویت کسی کو سمجھ میں نہیں آسکتیں جب تک کہ یہ حقیقت معلوم نہ ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت داؤد نے حج ادا کرتے ہوئے حرم پاک کے سامنے کی تھی۔

حضرت داؤد کے حالات زندگی

قارئین کو شاید یہ بات کچھ عجیب لگے کہ حضرت داؤد نے حج کب ادا کیا لیکن ان کی اپنی کتاب تورات میں اللہ کی حمد کے جو مزمور (گیت) انھوں نے گائے ہیں نیز دیگر تاریخی حقائق بھی یہ واضح کرتے ہیں کہ حضرت داؤد نے نہ صرف یہ سعادت حاصل کی تھی بلکہ اپنی یہ مشہور پیش گوئی بھی اسی وقت کی تھی۔ یہ پیش گوئی یہودیوں میں اتنی معروف تھی کہ سیدنا مسیح نے بغیر کسی خاص حوالے کے بے تکلف اسے ان کے سامنے بیان کر دیا۔

حضرت داؤد کے متعلق تاریخی طور پر مسلمانوں کو بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ حالانکہ وہ سلسلہ نبوت و رسالت کے اہم ترین لوگوں میں سے ایک ہیں، زبور جیسی مشہور آسمانی کتاب ان پر اتری اور قرآن کریم میں جا بجا ان کا ذکر آیا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پیش گوئی پر کچھ بات کرنے سے قبل کچھ حضرت داؤد کا ذکر کر دیا جائے۔ اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ ان کے حالات زندگی کو سمجھے بغیر یہ پیش گوئی سمجھ میں بھی نہیں آسکتی۔

سیدنا داؤد کا زمانہ ہزار قبل مسیح کا بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم کے ایک ہزار برس بعد اور مسیح سے ہزار برس پہلے کا زمانہ۔ حضرت داؤد سے تقریباً پانچ سو برس (بعض محققین کے مطابق دو ڈھائی سو برس) قبل حضرت موسیٰ کی زیر قیادت بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات مل گئی تھی۔ آپ کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے جانشین یوشع بن نون کی زیر قیادت فلسطین کو فتح کر لیا۔ مگر اس کے بعد انھوں نے ایک منظم ریاست قائم نہیں کی۔ بنی اسرائیل مختلف ٹولیوں میں بٹ کر اس مفتوحہ علاقے میں بکھر گئے۔ اس کے بعد آنے والی صدیوں میں بنی اسرائیل اردگرد موجود مشرک قبائل کا اثر قبول کر کے مختلف انحرافات اور گمراہیوں کا شکار ہوتے چلے گئے۔ جس کے نتیجے میں بطور سزا اردگرد کی مشرک اقوام کو ان پر غلبہ دے دیا گیا۔ ان کا مقدس تابوت جسے تابوت سکینہ کہا جاتا تھا اور جو ان کے مذہبی اعمال کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا وہ بھی ان سے چھین لیا گیا۔

یہی وہ زمانہ تھا جس میں حضرت داؤد کی پیدائش ہوئی۔ ایسے میں یہود نے اپنے پیغمبر شیموئل (سیموئل) سے درخواست کی کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ان کی قوم کے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دے تاکہ اس کے تحت جنگ کر کے وہ مشرکین کے خلاف فتح حاصل کریں اور اپنا مقدس تابوت اور مفتوحہ علاقے واپس لے سکیں۔ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے اصرار پر طالوت (ساؤل) کو ان کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور ان کی تقرری

من جانب اللہ ہونے کی نشانی یہ مقرر کی گئی کہ ان کے دور میں تابوتِ سکینہ یہود کو واپس مل گیا۔ پھر ان کی زیر قیادت یہود نے جالوت کی مشرک فوج کو شکست دے کر فلسطین پر مکمل قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی۔

تاہم بعد میں ان کی مقبولیت اور بحیثیت ایک فوجی جرنل ان کی کامیابیوں سے بادشاہ ان سے خائف ہو گیا اور ان کی جان کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ وہ جان بچانے کے لیے محل سے نکل گئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے ہرکارے ان کے تعاقب میں رہے اور وہ جان بچانے کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں کی جانے والی مناجات اور حمد یہ گیتوں سے زبور کا آغاز ہوتا ہے۔ ساؤل یعنی طالوت کی وفات کے بعد آپ فلسطین کے بادشاہ بنے اور آخر کار پورے فلسطین کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

حضرت داؤد کا سفر حجاز

جس زمانے میں حضرت داؤد ساؤل بادشاہ سے اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے تھے، ان کے سرپرست سیموئیل نبی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد فلسطین ان کے لیے بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ چنانچہ یہی وہ دور ہے جس میں وہ فلسطین سے ہجرت کر کے دشت فاران تشریف لے گئے، (کتاب سموئیل 1:25)۔ فاران کے نام سے بائبل میں دو علاقوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک مصر کے صحرائے سینا کا وہ علاقہ جس میں حضرت موسیٰ کی قوم فرعون کی غرقابی کے بعد پہنچی تھی۔ دوسرے سرزمین عرب کا شہر مکہ جہاں خود بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو آباد کیا تھا، (کتاب پیدائش 21:17-21)۔ حضرت داؤد چونکہ فلسطین کے بادشاہ اور وہاں کی دیگر مشرک اقوام کی پہنچ سے دور نکلنا چاہتے تھے، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ فلسطین کے علاقے صحرائے سینا گئے ہوں۔ بلکہ قرین قیاس یہی ہے کہ وہ مکہ ہی تشریف لائے ہوں گے جو صحرا کے دور دراز سفر کی وجہ سے اہل فلسطین کی پہنچ سے دور ایک محفوظ پناہ گاہ تھی۔

یہی وہ وقت ہے جب آپ نے حج بیت اللہ ادا کیا۔ اس روح پرور قیام کی یاد تا زیست آپ کو اس طرح ستاتی رہی کہ بعد میں پورے فلسطین کا بادشاہ بننے کے بعد بھی آپ اسے یاد کرتے رہے اور زبور کا ایک پورا مزمور (زبور 84:) اسی سفر حج کی یادوں پر ہے جس میں وہ مکہ کا ذکر اس کے قدیم نام "بکہ" سے کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں بھی یہود سے مکالمہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے مکہ کو بکہ کے نام ہی سے بیان کیا ہے، (آل عمران 96:3)۔ اس مزمور میں وہ یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ بادشاہ کے بجائے اللہ کے گھر کے دربان ہوتے۔ یہ پوری تحقیق تمام تر تفصیلی دلائل کے ساتھ، جناب عبدالستار غوری کی کتاب "اکلوتا فرزند ذبیح اسحاق یا اسماعیل" میں پڑھی جا سکتی ہے۔

زبور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

تاہم جس پیش گوئی کا میں نے ذکر کیا ہے وہ زبور کے ایک دوسرے مزمور (زبور:118) میں آئی ہے۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں یہ مزمور عین حالت حج میں کہا گیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے اس مزمور کو پورا نقل کر رہا ہوں۔

کیونکہ اس سے نہ صرف پوری بات سمجھ میں آئے گی بلکہ یہ واضح کرنے میں بھی سہولت رہے گی کہ یہود ونصاریٰ اس پیش گوئی کا رخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موڑ کر کس طرح دوسروں کی طرف کر دیتے ہیں۔ پھر اس سے یہ فائدہ بھی ہے کہ یہ مزمور ریکارڈ پر آجائے گا کیوں کہ یہود ونصاریٰ کا دستور ہے کہ وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ کسی مسلمان نے ان کی کتاب سے نبی عربی کی صداقت کا کوئی ثبوت پیش کر دیا ہے تو وہ فوراً اس ترجمے کو متروک قرار دے کر ایک ایسا نیا ترجمہ کرتے ہیں جس میں اصل بات غائب کر دی جاتی ہے۔

یہ مزمور نقل کرنے سے قبل یہ بھی واضح کر دوں کہ دیگر الہامی کتب کی طرح زبور بھی ترجمہ در ترجمہ کے عمل سے گزری ہے۔ اس کے نتیجے میں اس میں اب وہ تاثیر محسوس نہیں ہوگی جو قرآن مجید نے بیان کی ہے کہ پہاڑ اور پرندے بھی حضرت داؤد کے ساتھ حمد وتسبیح کرتے تھے۔ مگر بہر حال وہ معنویت موجود ہے جس کی بنا پر قرآن مجید نے بار بار ان کتابوں کا حوالہ دے کر یہ کہا تھا کہ ہمارے نبی کا تذکرہ تم ان کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو، (اعراف 157:7)۔

حضرت داؤد کا مزمور

اس مزمور کے کئی حصے ہیں۔ میں ذیل میں مزمور نقل کر رہا ہوں اور ساتھ ساتھ اہم باتوں کی وضاحت بھی کرتا جاؤں گا۔

خداوند کا شکر کرو کیونکہ وہ بھلا ہے
اور اس کی شفقت ابدی ہے
اسرائیل اب کہے
اس کی شفقت ابدی ہے
ہارون کا گھرانہ اب کہے
اس کی شفقت ابدی ہے
خداوند سے ڈرنے والے اب کہیں
اس کی شفقت ابدی ہے

یہ ابتدائی آیات یعنی 1 تا 4 اللہ کی حمد پر مشتمل ہیں۔ جبکہ آخری آیت یعنی 29 میں بھی یہی حمد یہ مضمون دہرایا گیا ہے۔ یہی حمد یہ انداز زبور کی وجہ شہرت بھی ہے۔ پھر آیت 5 سے 18 تک وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح ان کے دشمنوں نے ان کو گھیر لیا تھا اور فلسطین کی تمام قومیں ان کے خلاف ہوگئی تھیں مگر انھوں نے اللہ سے مدد مانگی اور اسی پر بھروسہ رکھا تو اللہ نے انھیں ان دشمنوں سے نجات عطا فرما دی۔ پھر وہ اپنے لیے اس مزمور میں ایک عظیم پیش گوئی کرتے ہیں کہ وہ اپنے تمام دشمنوں کو شکست دیں گے اور ان کو مارنے والوں کی تمام تر کوششوں کے برخلاف وہ زندہ رہیں گے اور اللہ کی حمد کرتے رہیں گے۔ کس طرح وہ ایک سخت آزمائش سے تو گزرے مگر آخر کار اللہ نے انھیں

بچالیا۔فرماتے ہیں:

میں نے مصیبت میں خداوند سے دعا کی
خداوند نے مجھے جواب دیا اور کشادگی بخشی
خداوند میری طرف ہے میں ڈرنے کا نہیں
انسان میرا کیا کر سکتا ہے؟
خداوند میری طرف میرے مددگاروں میں ہے
اس لیے میں اپنے عداوت رکھنے والوں کو دیکھ لوں گا
خداوند پر توکل رکھنا
انسان پر بھروسا رکھنے سے بہتر ہے
خداوند پر توکل رکھنا
امراء پر بھروسا رکھنے سے بہتر ہے
سب قوموں نے مجھے گھیر لیا
میں خداوند کے نام سے ان کو کاٹ ڈالوں گا
انہوں نے مجھے گھیر لیا۔ بیشک گھیر لیا
میں خداوند کے نام سے ان کو کاٹ ڈالوں گا
انہوں نے شہد کی مکھیوں کی طرح مجھے گھیر لیا
وہ کانٹوں کی آگ کی طرح بجھ گئے
میں خداوند کے نام سے ان کو کاٹ ڈالوں گا
تو نے مجھے زور سے دھکیل دیا کہ گر پڑوں
لیکن خداوند نے میری مدد کی
خداوند میری قوت اور میرا گیت ہے
وہی میری نجات ہوا
صادقوں کے خیموں میں شادمانی اور نجات کی راگنی ہے
خداوند کا داہنا ہاتھ دلاوری کرتا ہے
خداوند کا داہنا ہاتھ بلند ہوا ہے
خداوند کا داہنا ہاتھ دلاوری کرتا ہے
میں مروں گا نہیں بلکہ جیتا رہوں گا

اورخداوند کے کاموں کو بیان کروں گا
خداوند نے مجھے سخت تنبیہ تو کی ہے
لیکن موت کے حوالہ نہیں کیا

آیت 19 سے وہ سلسلہ کلام ہے جس میں وہ حرم میں داخل ہوتے ہوئے وہ مشہور پیش گوئی کرتے ہیں جس کا شروع میں ذکر ہوا۔ انداز سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے قبل کی آیات وہ راستے میں پڑھ رہے تھے، مگر اب وہ حرم میں داخل ہورہے ہیں اور حرم کو سامنے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو براہ راست مخاطب ہوکر گفتگو کررہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

صداقت کے پھاٹکوں کو میرے لیے کھول دو
میں ان سے داخل ہوکر خداوند کا شکر کروں گا
خداوند کا پھاٹک یہی ہے
صادق اس سے داخل ہوں گے
میں تیرا شکر کروں گا کیونکہ تو نے مجھے جواب دیا
اورخود میری نجات بنا ہے

اب اس کے بعد حرم کے سامنے کھڑے ہوکر حجرا سود کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔ یہ وہی پیش گوئی ہے جس کا ذکر سیدنا مسیح نے کیا ہے۔

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا
وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا
یہ خداوند کی طرف سے ہوا
اور ہماری نظر میں عجیب ہے
یہ وہی دن ہے جسے خداوند نے مقرر کیا
ہم اس میں شادمان ہوں گے اور خوشی منائیں گے
آہ! اے خداوند! بچالے
آہ! اے خداوند! خوشحالی بخش

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیش گوئی اس طرح کرتے ہیں:

مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے
ہم نے تم کو خداوند کے گھر سے دعا دی ہے
یہوواہی خدا ہے اور اسی نے ہم کو نور بخشا ہے
قربانی کو مذبح کے سینگوں سے رسیوں سے باندھو

تو میرا خدا ہے۔ میں تیرا شکر کروں گا

تو میرا خدا ہے۔ میں تیری تمجید کروں گا

خداوند کا شکر کرو کیونکہ وہ بھلا ہے

اور اس کی شفقت ابدی ہے

اوپر لکھے ہوئے الفاظ پر پھر غور کیجیے۔

مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے، (آیت 26)۔

ہر قرینہ اس بات کا گواہ ہے کہ آنے والی ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی ہے۔ اور یہ الفاظ حرم مکہ میں ادا کیے جا رہے ہیں۔ اس کا سب سے بنیادی قرینہ یہ ہے کہ حضرت داؤد کے زمانے میں ابھی ہیکل سلیمانی کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ یہود کی کوئی مرکزی عبادت گاہ نہیں تھی۔ مگر دیکھیے کہ اس مزمور میں خداوند کا پھاٹک یہی ہے (آیت 20) اور ہم نے تم کو خداوند کے گھر سے دعا دی ہے، (آیت 26) کے الفاظ آتے ہیں۔ خداوند کا گھر دراصل بیت اللہ کا ترجمہ ہے۔ حضرت داؤد کے زمانے میں بیت اللہ کہلانے والی عمارت دنیا کے نقشے پر ایک ہی تھی اور وہ حرم کعبہ تھا۔ مزید اس مزمور میں وہ قربانی اور قربان گاہ یعنی مذبح کا ذکر کرتے ہیں، (آیت 27)۔ کیا یہ بات مسلمانوں کو بتانے کی کوئی ضرورت ہے کہ حج کے موقع پر حرم مکہ میں قربان گاہ اور قربانی کا زیارت سے کیا تعلق ہوتا ہے؟

پھر جو پیش گوئی کونے کے پتھر کے تعلق سے بیان ہوئی ہے وہ واضح رہے کہ بنی اسماعیل کے حوالے سے ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ آج اس قوم کو دنیا نے فراموش اور رد کر رکھا ہے مگر کل یہ حرم پاک کے کونے کے پتھر یعنی حجر اسود کی طرح مقدس اور محترم ہو جائے گی۔ ہمیں یہ بات آج عجیب لگتی ہے، مگر یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بنی اسماعیل کو عافیت اور خوشحالی کی دعا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو خداوند کے گھر سے دعا دی ہے۔

تحریف وتاویل

یہود ونصاریٰ نے بڑی کوششیں کی ہیں کسی طرح اس پیش گوئی کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ قرار پائیں۔ چنانچہ یہود نے اس معاملے میں یہ کام کیا کہ اس مزمور پر سے حضرت داؤد کا نام ہٹا دیا (خیال رہے کہ موجودہ زبور میں بعض مزامیر بعد میں آنے والوں کے بھی ہیں)۔ غالباً ان کا خیال تھا کہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری کے بمصداق جب حضرت داؤد کی نسبت ہی نہیں رہی تو یہ پیش گوئی اپنی اہمیت کھو بیٹھے گی۔ مگر اس پیش گوئی کو حضرت عیسیٰ نے انجیل میں دہرا کر اس کی اہمیت کو اتنا نمایاں کر دیا کہ ایسی کوئی کوشش اب موثر نہیں ہو سکتی۔

ایک دوسری تاویل یہ کی جاتی ہے کہ یہ حضرت داؤد کا کلام اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اس میں بیت اللہ یا خداوند کے گھر اور قربانی اور قربان گاہ کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا کہ ہیکل سلیمانی تو حضرت داؤد کے بعد حضرت سلیمان نے بنوایا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک یہ بات بالکل واضح ہے کہ ''خداوند کے گھر'' جیسے کسی الفاظ کا کوئی مسمیٰ حضرت

داؤد کے زمانے میں موجود ہی نہیں تھا، اس نے ان آیات کی یہ تاویل کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ مزمور حضرت داؤد کا ہے ہی نہیں بلکہ اس زمانے کا ہے جب یہود بابل کی اسیری سے واپس یروشلم لوٹ رہے تھے۔ یعنی بخت نصر یروشلم کو تباہ کر کے انھیں ساتھ بابل لے گیا تھا تو کم وبیش ایک صدی کی غلامی کے بعد سائرس یا ذوالقرنین نے انھیں اس غلامی سے نجات دلا کر دوبارہ یروشلم لوٹنے کی اجازت دی تھی۔ ایسے میں کسی نامعلوم شخص نے یروشلم میں داخل ہوتے وقت ہیکل سلیمانی کو دیکھ کر یہ مزمور پڑھا تھا۔

تاہم اس مزمور کا ابتدائی حصہ اس تاویل کی مکمل طور پر نفی کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ حضرت داؤد بادشاہ وقت کے مسلسل عتاب کا نشانہ بنے رہے اور مستقل اپنی جان بچانے کی جدوجہد کرتے رہے اور آخرکار اپنے تمام دشمنوں پر اللہ کی مدد سے غالب آئے۔ اس کی پوری داستان بائبل میں موجود ہے۔ اس مزمور میں یہی داستان بہت اختصار سے بیان ہوئی ہے۔ اس داستان کا بابل سے لوٹنے والے لوگوں سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو خود مغلوب ہو کر عراقیوں کی قید میں تھے جبکہ یہاں داؤد علیہ السلام یہ کھلی ہوئی پیش گوئی کر رہے ہیں:

''سب قوموں نے مجھے گھیر لیا۔ میں خداوند کے نام سے ان کو کاٹ ڈالوں گا۔ انہوں نے مجھے گھیر لیا۔ بیشک گھیر لیا۔ میں خداوند کے نام سے ان کو کاٹ ڈالوں گا۔ انہوں نے شہد کی مکھیوں کی طرح مجھے گھیر لیا۔ وہ کانٹوں کی آگ کی طرح بجھ گئے۔ میں خداوند کے نام سے ان کو کاٹ ڈالوں گا۔''، (آیت 10-12)

یہ دشمنوں میں گھرے ہوئے شخص کی للکار ہے کہ آج میں بہت مشکل میں ہوں لیکن کل میں کس طرح ان دشمنوں کا صفایا کر دوں گا۔ بنی اسرائیل کی پوری تاریخ میں کوئی دوسری شخصیت نہیں ہے جس کے خلاف اس طرح ساری قومیں اور قبائل اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور وہ تنہا اللہ کی مدد سے غالب آ گیا ہو۔ اس لیے یہ مزمور پڑھنے والی شخصیت سوائے حضرت داؤد کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔

مسیحی حضرات کی تاویل

مسیحی حضرات اس کی وہی تاویل کرتے ہیں جو آسمانی صحائف میں موجود نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر پیش گوئیوں کی کرتے ہیں۔ یعنی ان کا مصداق حضرت عیسٰی ہیں، نہ کہ نبی آخر الزماں۔ لیکن اول تو یہی بات کہ یہ پیش گوئی حرم مکہ میں کی گئی ہے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ جس آنے والے کا ذکر ہے وہ نبی عربی کے علاوہ کوئی اور ہو۔ مگر اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ انجیل میں اس پیش گوئی کو نقل کرنے کے بعد اس کی جو شرح خود مسیح نے کی ہے اس کے مطابق ان کی اپنی زندگی اور ان کی قوم کسی طور پر اس پیش گوئی کا مصداق نہیں بن سکتیں۔ مسیحی حضرات کہتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا مصداق مسیح ہیں۔ جبکہ اکا دکا وہ مسلمان اہل علم جنھوں نے اس پیش گوئی کو موضوع بنایا ہے یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہمارے نبی ہیں۔ راقم یہ نقطہ نظر پیش کر رہا ہے کہ ''کونے کے پتھر'' کا مصداق کوئی فرد نہیں بلکہ قوم ہے۔ یہی بات حضرت داؤد نے زبور میں بیان کی تھی اور یہی چیز انجیل میں سیدنا مسیح نے بالکل کھول کر رکھ دی

ہے۔تاہم اس کے لیے انجیل کے بیان کو سمجھنا ہوگا۔

انجیل کی کتاب متی باب 21 کی آیت 23 سے یہ واقعہ بیان ہونا شروع ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہیکل سلیمانی میں کھڑے ہوکر دعوت دے رہے تھے کہ یہود سرداراور کاہن ان کے اردگرد جمع ہوگئے اوران پر اعتراض کرنے لگے کہ تم یہ کام کس اختیار کے تحت کررہے ہو۔اس پر حضرت عیسیٰ نے پہلے ان کے کفر پر ان کو تنبیہ کی اور پھر ایک تمثیل کی زبان میں انھیں بتایا کہ اللہ کا عذاب ان پر آیا چاہتا ہے اور اب انھیں فارغ کر کے ایک دوسری قوم کو یہ منصب دے دیا جائے گا۔اس کے بعد انھوں نے حضرت داؤد کی زیر بحث پیش گوئی بیان کی اور ساتھ میں خود اس کی شرح اس طرح کرتے ہوئے فرمایا:

''اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے۔اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ اسے نبی جانتے تھے۔''(متی 21:43-46)۔

حضرت عیسیٰ نے صاف واضح کر دیا ہے کہ یہاں ایک قوم زیر بحث ہے کوئی فرد نہیں۔یعنی بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ عذاب دے کر جب منصب امامت سے فارغ کر دیں گے تو وہ پتھر یعنی بنی اسماعیل جنھیں یہود بے وقعت سمجھتے تھے، کونے کے سرے کا پتھر ہو جائے گا۔اب اگر یہ بات ذہن میں رہے کہ پیش گوئی کرنے والے نبی داؤد علیہ السلام حرم میں کھڑے ہوئے ہیں تو پھر کونے کے پتھر سے مراد حجر اسود ہی ہو سکتا ہے جو حرم کے ایک کونے کے سرے پر نصب اس کا اہم ترین حصہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ بنی اسماعیل کی قوم جو ایک عام پتھر کی طرح غیر اہم تھی وہ عنقریب حجر اسود کی طرح دنیا میں سب سے زیادہ اہم ہو جائے گی۔اور پھر مسیح اس کی شرح کرتے ہیں کہ اس قوم کو وہ غلبہ وقوت اور اقتدار ملے گا کہ یہ دنیا کی جس قوم سے ٹکرائے گی اسے پاش پاش کر ڈالے گی۔

کون نہیں جانتا کہ داؤد اور مسیح علیہما السلام کی یہ پیش گوئیاں کس طرح حرف بحرف درست ثابت ہوئی ہیں۔وہ عرب جنھیں یہود حقارت سے اُمی کہتے تھے اور ساری دنیا جنھیں غیر متمدن سمجھتی تھی، جب ایمان لے آئے تو انہوں نے کس طرح بقول حضرت داؤد کے، عجیب طریقے پر دنیا کی سپر پاور کے پرخچے اڑا دیے اور جو قوم ان سے ٹکرائی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی۔اس کے برعکس حضرت عیسیٰ کے اپنے پیروکاروں کا معاملہ یہ تھا کہ ابتدائی کئی صدیوں میں ان کے پیروکاروں پر بدترین ظلم وستم ہوتے رہے۔وہ کسی قوم کو کیا پیستے، دوسری قومیں انھیں پیستی رہیں۔چنانچہ حضرت عیسیٰ یا ان کی قوم سرے سے اس پیش گوئی کا مصداق ہو ہی نہیں سکتے۔مسیحی حضرات لاکھ زور لگالیں، خود سیدنا مسیح اس پیش گوئی کی جو شرح کر کے گئے ہیں وہ ان کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔بلاشبہ اس پیش گوئی کا مصداق اگر کوئی ہے تو سرکار دوعالم کی ہستی ہے اور آپ کی قوم یعنی صحابہ کرام ہیں۔اللہ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔آمین۔